تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جلد نمبر: 7

شمارہ: 10

انٹرنیٹ گزٹ

اکتوبر 2017ء

المنار

زیر نگرانی: شعبہ اشاعت۔تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔یو۔کے

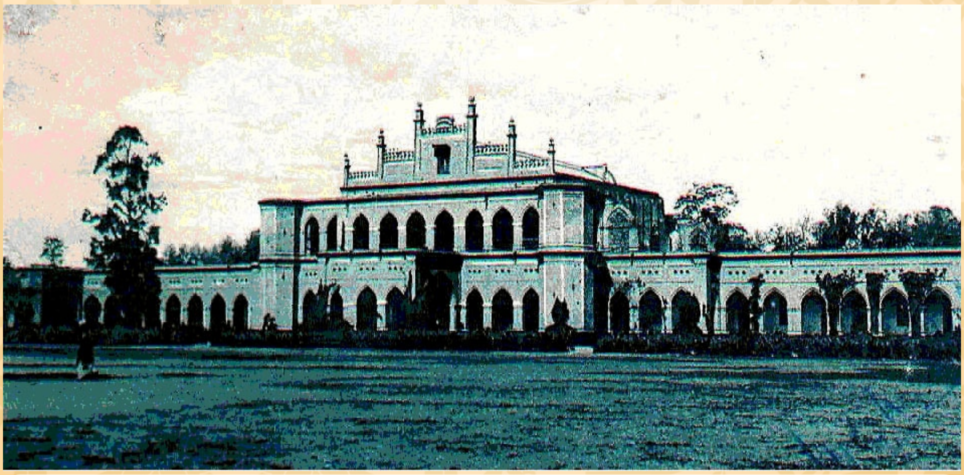

Taleem-Ul-Islam College Old Students Association - U.K

181, London Road, Mordan, SM4 5HF, London.

Ph. 020 8877 5510, 7886304637 - Fax: 020 8877 9987

ticosauk2017@gmail.com - www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

ترجمہ: اور (اے رسول!) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تو جواب دے) کہ میں (اُن کے) پاس (ہی) ہوں۔ جب دُعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں سو چاہئے کہ وہ (دُعا کرنے والے) بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔ (البقرۃ:۱۸۷)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں جس کیلئے باب دعا کھولا گیا تو گویا اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اسے عافیت طلب کرنا محبوب ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دعا اس ابتلاء کے مقابلہ پر جو آچکا ہو اور اس کے مقابلہ پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔“ (ترمذی کتاب الدعوات)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 45، ایڈیشن 2003ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس زمانے میں دعا کا ہتھیار ہی اہم ہتھیار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور یہ دعا کا ہی ہتھیار ہے جس سے لیکھرام بھی اپنے انجام کو پہنچا تھا، جس سے ڈوئی کا بد انجام بھی دنیا نے دیکھا تھا۔ جس سے ہر مخالف جو آپ کی مخالفت میں انتہا کو پہنچا ذلت و رسوائی کا مورد بنا تھا۔ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا دعویٰ کرنے والوں کا مقابلہ بھی دعاؤں سے ہی کیا گیا تھا اور پھر ان کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ احمدیت کے ہاتھوں میں کشکول پکڑوانے والوں اور احمدیت کو کینسر کہہ کر ختم کرنے والوں کا مقابلہ بھی دعاؤں سے ہی ہوا تھا اور ان کے نام و نشان مٹ گئے۔ آج بھی انشاء اللہ تعالیٰ مخالفتوں کی آندھیاں دعاؤں کی وجہ سے ہی مخالفوں پر الٹیں گی اور دنیا دیکھے گی کہ کس طرح احمدیت فتوحات کی نئی منزلیں طے کرتی ہے۔ پس آج بھی ہمارا کام ہے کہ دعاؤں کی طرف ایک خاص توجہ اور رغبت پیدا کریں..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرے کو ہمیشہ یاد رکھیں اور یاد رکھنا چاہئے کہ ”جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے، پوری توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور ہر سوچ اللہ کی طرف ہو جاتی ہے، یار میں جب انسان نہاں ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اس پر رحم آ جاتا ہے۔“ (الفضل انٹرنیشنل 24 دسمبر 2010ء۔ صفحہ 7)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے کی سالانہ تقریب اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

(فرمودہ 25 جنوری 2014ء بروز ہفتہ بمقام طاہر ہال مسجد بیت الفتوح، مورڈن لندن)

جب اپنے دور کی یادیں اکٹھے بیان کریں تو ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں بزرگ اساتذہ کیلئے دعائیں بھی نکلتی ہیں اور ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے

مختلف پرنسپل صاحبان آتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی ایک احمدی کا جو کردار ہے اس کو، یا جماعت کا جو کردار ہے اس کو ہر طالب علم پر خواہ وہ احمدی تھا یا غیر از جماعت تھا اس کے اندر راسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور وہ یہی ہے کہ محبت پیار سے رہنا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ دینا۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری تفریح اور بے تکلفی کی بھی کچھ حدود ہیں، کچھ روایات ہیں

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ احمدی ہی عہدیدار منتخب ہو۔ اگر کوئی غیر از جماعت ایسا ہے جو ہماری ایسوسی ایشن کا ممبر بنتا ہے تو وہ بھی منتخب ہوسکتا ہے

تشہد و تعوذ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایسوسی ایشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تعلیم الاسلام کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اسلئے قائم کی گئی تھی اور اس میں تمام طالب علم شامل ہیں چاہے احمدی ہیں یا غیر از جماعت ہیں، تا کہ ممبران کو سال کے مختلف وقتوں میں مل بیٹھنے کا ایک موقع میسّر آجائے اور وہ پرانی یادیں تازہ کرسکیں۔ تعلیم الاسلام کالج کے جو مختلف دور گزرے ہیں، ان کی جو یادیں ہیں جو مختلف طلباء سے وابستہ ہیں وہ جب اپنے دور کی یادیں اکٹھے بیان کریں تو ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں بزرگ اساتذہ کیلئے دعائیں بھی نکلتی ہیں اور ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ پس ایک مقصد یہ تھا جس کیلئے جب مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کہا یہ ایسوسی ایشن ضرور بنائیں۔ اسلئے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک نیک مقصد کے لئے یہ ایسوسی ایشن قائم کی گئی تھی نہ کہ کسی قسم کا سیاسی اکھاڑہ بنانے کیلئے۔

گزشتہ دنوں یہ بھی مطالبہ میرے پاس آیا کہ اس سال ہماری ایسوسی ایشن کے الیکشن ہونے ہیں، اس لئے کنویسنگ کی بھی اجازت دی جائے تو میں نے اس تجویز کو اس لئے رد کردیا تھا کہ ایک دوستانہ ماحول میں ایک ایسوسی ایشن بنائی گئی تھی جس میں لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں اور اپنی ایک انتظامیہ منتخب کرلیں، نہ کہ کنویسنگ کی جائے۔ کسی کے حق میں لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جائے، کسی کے خلاف بولا جائے اور پھر اس طرح رنجشیں پیدا ہوں گی، محبتیں اور پیار نہیں پنپیں گے۔ پس اس لحاظ سے ہمیشہ ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔

بعض طلباء جو بعد کی پیداوار ہیں، وہ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پرنسپل شپ کے زمانے میں کالج میں وقت نہیں گزارا، بلکہ بعد میں وقت گزارا، جب آپؒ خلافت پر متمکن ہوئے تو اس کے بعد

مختلف پرنسپل صاحبان آتے رہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی کا جو کردار ہے اس کو، یا جماعت کا جو کردار ہے اس کو ہر طالب علم کے اندر خواہ وہ احمدی تھا یا غیر از جماعت تھا راسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور وہ یہی ہے کہ محبت پیار سے رہنا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ دینا۔ اس کے بعد بعض ایسے بھی ہوں گے جو بھٹو دور کے بعد جب کالج قومیا لئے گئے تو اس وقت وہاں پڑھتے رہے۔ اس وقت وہاں ایک ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا جس کو ایک احمدی ماحول تو بہر حال نہیں کہا جا سکتا بلکہ سیاست اور مخالفت، احمدیوں کی مخالفت، اساتذہ کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں، اس طرح کا ماحول تھا۔ بہر حال اس ماحول میں پلنے بڑھنے والے اور پڑھنے والے جو سٹوڈنٹس تھے ان میں شاید یہ خیال آیا ہو کہ ہم بھی اس طرح کا ایک رنگ دے دیں۔ لیکن یہ رنگ تو ہم اس ایسوسی ایشن کو قطعاً نہیں دے سکتے۔ اس لئے کنویسنگ کا تو سوال ہی نہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ (اس کا مقصد) مل کر بیٹھنا ہے اور آپس میں تفریحی ماحول پیدا کرنا ہے اور دنیا میں مختلف قسم کے جو بوجھ ہر انسان پر پڑے ہوئے ہیں ان سے کسی طرح نجات حاصل کرنا اور یہ موقع پیدا کرنا ہوتا ہے کہ ہلکے ماحول میں ایک ایسا اکٹھ کیا جائے جہاں ایک دوسرے سے کھل کر باتیں بھی ہوں، ایک دوسرے کے خیالات بھی سنے جائیں اور تھوڑی بہت enjoyment بھی ہو جائے۔

لیکن ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری تفریح اور بے تکلفی کی بھی کچھ حدود ہیں، کچھ روایات ہیں، جو جماعت کی روایات تھیں وہ کالج میں بھی قائم رہیں، خواہ کالج میں پڑھنے والا احمدی تھا یا غیر احمدی۔ ہمارے اندر بے تکلفی کا وہ ماحول پیدا نہیں ہوتا جس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کچھ لیڈر ایک جگہ جمع تھے اور وہاں باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم پر اتنا بوجھ اور اتنی ٹینشن اور تکلفات میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہماری آپس کی باتیں بھی تکلف بن کر رہ گئی ہیں۔ اسلئے آج کی جو میٹنگ ہے، آج کا جو بیٹھنا ہے اس میں بے تکلفی کا ماحول ہونا چاہئے اور اس میں ہر ایک نے بے تکلفی کی جو تعریف اپنے مطابق کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ اس سے وہاں ایسی بے ہودگی شروع ہو گئی کہ پھل اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکنے شروع کر دیئے، ایک دوسرے کے خلاف گندے الفاظ استعمال کرنے لگے، اوچھے قسم کے مذاق ہونے لگے۔ تو اس قسم کی بے تکلفیاں ہمارے ماحول میں نہیں ہوتیں۔ حالانکہ وہ سب بڑے پڑھے لکھے اور قوم کے لیڈر کہلانے والے لوگ تھے۔ غیروں کی بے تکلفی کے تو یہ معیار ہیں۔ جبکہ ہماری بے تکلفی کا معیار بے تکلفی کے باوجود وقار کا احساس دل میں رکھتے ہوئے ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کی عزت اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے ہونا چاہئے۔ پس یہ بے تکلفیاں ہیں جو ہم اپنی ایسوسی ایشن میں پیدا کر سکتے ہیں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا اب اس سال انتخاب ہونے ہیں، آپ کے موجودہ صدر صاحب جو ہیں انہوں نے ایک بڑی اچھی تجویز دی ہے اور میں نے ان کی تجویز پر صاد کیا ہے کہ صدر جو ہے وہ زیادہ سے زیادہ 6 سال کی مدت کیلئے مقرر کیا جائے اور کیونکہ ان کو 6 سال ہو گئے ہیں اس لئے ان کا نام تو اس دفعہ پیش نہیں ہوگا۔ اس دفعہ الیکشن جو آپ کا ہے اس میں آپ اپنا نیا صدر چنیں گے۔ لیکن باقی عہدیداران جو ایسوسی ایشن کے چنے جاتے ہیں ان کے لئے میرے خیال میں کسی وقت کی حد معیّن کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف صدر کیلئے ہی یہ حد کافی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ احمدی ہی عہدیدار منتخب ہو۔ اگر کوئی غیر از جماعت ایسا ہے جو ہماری ایسوسی ایشن کا ممبر بنتا ہے تو وہ بھی منتخب ہو سکتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان شرائط کے ساتھ کہ جماعتی نظام اور جماعتی وقار کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ یہ اس

کو بھی پتہ ہونا چاہئے۔ اور ایسوسی ایشن کے جو قواعد ہیں ان میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ان کے اندر رہتے ہوئے کوئی بھی شخص جو تعلیم الاسلام کالج میں پڑھا ہو، وہ اس ایگزیکٹو باڈی کا ممبر بن سکتا ہے۔اور وہ باتیں یہی ہیں کہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہوں۔ ایسوسی ایشن کو ان باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے،ان اقدار کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے جو تعلیم الاسلام کالج کی اقدار رہی ہیں۔دین کی باتیں تو بے شک ہوں لیکن یہاں کبھی بھی ایسی باتیں ہلکے سے اشارے سے بھی نہیں ہونی چاہئیں جس میں کسی قسم کا اختلافی مسئلہ پیدا ہوسکتا ہو۔

علاوہ اور ہلکی پھلکی باتوں کے خدمت انسانیت کے حوالے سے باتیں ہوں۔اور اس میں جیسا کہ ابھی رپورٹ میں تعلیمی امداد کا ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسوسی ایشن کی طرف سے براہ راست نظارت تعلیم ربوہ کو یہ تعلیمی امداد بھجوائی جاتی ہے اور وہاں کئی طالب علموں کا اس سے فائدہ ہوتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر بھی پروگرام ہونے چاہئیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں ایسے پرانے طالب علم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آسودہ حالی میسر فرمائی ہوئی ہے۔اس لئے بعض ایسے پروگرام جو افریقہ میں مثلاً احمدیہ آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے ذریعے سے یا ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعے سے جاری ہیں،ان میں بھی کبھی کبھی ایسوسی ایشن کے نام پر حصہ ڈال لیا کریں۔اس میں بعض ایسے پروجیکٹ ہیں کہ اگر آپ مکمل طور پر اس میں حصہ ڈالیں تو اس پروجیکٹ پر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے نام کا Display بھی ہوسکتا ہے،تو ان باتوں پر بھی آپ کو غور کرنا چاہیے۔اللہ کرے یہ ایسوسی ایشن ہر لحاظ سے کامیاب ہو اور آئندہ بھی جس وقار کو قائم رکھتے ہوئے اب تک کام سرانجام دیتی رہی ہے وہ جاری رہیں۔

خطاب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماعی دعا کروائی اور اجلاس کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔بعد ازاں حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا اور حضورِ انور کے ساتھ ایسوسی ایشن کے عہدیداران کی ایک گروپ فوٹو ہوئی۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں ہی سابق طلباءِ تعلیم الاسلام کالج کے مابین بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ ہوا اور پھر سابق طلباء اور ایم ٹی اے کی ٹیموں کے مابین باسکٹ بال کا ایک دوستانہ میچ کھیلا گیا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں کو شرفِ مصافحہ بخشا۔ازاں بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد فضل واپس تشریف لے گئے۔

(رپورٹ: مبارک احمد صدیقی-صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو.کے)

درِ جنت دِکھا دے

رضا تیری ہے جو مولیٰ بتا دے
مجھے اُس راہ پہ خود ہی چلا دے
کمر خم ہے مری بارِ گنہ سے
مرے اِس بوجھ کو تو ہی ہٹا دے
جو بَن پڑتا ہے مجھ سے کر رہا ہوں
مرے تھوڑے کو تُو زیادہ بنا دے
ہوں کب سے منتظر تیری نِدا کا
نوید مغفرت مولیٰ سُنا دے
وہ جِن سے پوچھ کچھ ہوگی نہ کوئی
مقدر میرا بھی ایسا بنا دے
ترے لائق نہیں دامن میں کچھ بھی
کوئی قابل گہر، اپنی عطا دے
تھکا ہارا مسافر ہے یہ راشدؔ
درِ جنت اسے خود ہی دِکھا دے

(عطاء المجیب راشدؔ)

لندن میں محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کے ساتھ ایک شام

رپورٹ
رانا عبدالرزاق خان

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب امریکہ سے لندن تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ ممبران تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے ایک ادبی شام منانے کا فیصلہ کیا۔ مبارک صدیقی صاحب صدر۔ بشیر اختر صاحب نائب صدر۔ رانا عبدالرزاق خان جنرل سیکرٹری و ممبران مجلس عاملہ Ticosa UK سب حاضر تھے۔ محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل بھی تشریف لائے۔ پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کے آنے پر سب نے خوش آمدید کہا۔ پہلے رانا عبدالرزاق خان نے استقبالیہ پڑھا جس میں پروفیسر مبارک احمد عابد کی ادبی اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔ آپ نے ۳۳ سال تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھایا۔ آپ کے شاگرد آج دنیا کے اکثر ممالک میں رہ رہے ہیں۔ آپ کے تین شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ مبارک صدیقی صاحب نے انہیں صدر مجلس کی نشست سنبھالنے کی درخواست کی جس پر محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے فرمایا کہ میں بھی آپ سب سے کچھ سنوں گا اور اس طرح باری چلتی رہے گی۔ سب پہلے رانا صاحب نے اپنا کلام پیش کیا اُن کے بعد عبدالقدیر کوکب نے محفل کو گرمایا۔ واحداللہ جاوید کی باری آئی محفل رونق افروز ہوگئی۔ پھر پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کی مشہورِ زمانہ نظم (اے فضل عمر تیرے اوصافِ کریمانہ) کے چند اشعار اسحاق عاجز صاحب نے خوش الحانی سے پیش کئے۔ پھر صدر مجلس کی باری آئی تو آپ نے مبارک صدیقی صاحب کو سننے پر اصرار کیا تو انہوں نے بھی اپنا تازہ کلام سنایا جس سے محفل کی رونق اور دوبالا ہوگئی۔ ساتھ مزاحیہ چٹکلے بھی چلتے رہے اور سب صاحبان ذوق محظوظ ہوتے رہے۔ محترم پروفیسر مبارک احمد عابد نے ایک غزل سنائی جس کا مطلع کچھ اس طرح سے تھا۔

اِک اُداسی لئے رُوح پیاسی لئے۔ لُٹ گئی زندگی اور میں چُپ رہا

اس غزل نے تو بہت داد لی۔ آپ نے بہت ہی پیارا اور دل موہ لینے والا کلام سنایا۔ سب لوگ بہت مزے سے سُن رہے تھے مگر رات بھیگ رہی تھی۔ صدر صاحب نے سب آنے والوں کا اور خصوصاً محترم پروفیسر مبارک احمد عابد کا شکریہ ادا کیا۔ محترم امام صاحب نے دعا کرائی۔ چائے اور ریفرشمنٹ سے قبل فوٹو گرافی ہوئی اور سب دوست خوشگوار لمحات کی یادوں کے ساتھ خوشی خوشی اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی پُر رونق مجالس منعقد کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین۔

تعصّب

پروفیسر محمد شریف خان صاحب

انسانی رویوں میں ''تعصب'' عجیب اندھا روّیہ ہے، خدا تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ کر، اپنے Concious پر کالی عینک چڑھا کر رواداری، محبت اور اخلاق کے اعلیٰ اوصاف کو زیر پا دبا کر کھلی کھلی حقیقتوں سے انکار کرتے ہوئے، دن کو رات، اور رات کو دن کہنے کا رویّہ انسانیت اور اخلاقیت کے ادنیٰ سے ادنیٰ معیار پر نہیں اُترتا۔

1962 میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ذوالوجی میں ایم ایس سی کے دوران نئی ففتھ ایئر کلاس میں ایک صاحب مولوی ایوب سے تعارف ہوا۔ موصوف کا تعلق ضلع میانوالی سے تھا۔ وضع قطع سے لٹھ مولوی: پوری کھودی سی داڑھی (لگتا تھا کبھی مندھوائی نہیں ہوگی) سر پر چار خانی پٹکہ، کرُتہ، شلوار ٹخنوں سے اوپر، پاؤں میں دیسی جوتی۔ سر ہلا ہلا کر اور سارے دانت دکھا کر ہنستے اور بات کرتے۔ بعض مضامین میں Vth اور VIth ایئر کی کلاسیں مشترک ہوتی تھیں۔ کچھ عرصے میں نئے آنے والوں سے جان پہچان بڑھی، عادات واطوار سے آگاہی ہوئی۔ موصوف مولوی صاحب کی سمجھ اور سوچ میں ڈھٹائی کا پتہ چلا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان میں جنرل محمد ایوب خان کا طوطی بولتا تھا۔ یار لوگوں نے مولوی صاحب کو جنرل ایوب کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ دن گزرتے گئے۔ ایم ایس سی میں میری ریسرچ مینڈک کے انڈے سے لیکر مینڈک کا رُوپ دھارنے تک جنین جو اشکال بدلتا ہے، انکا سائنسی مطالعہ کرنا تھا... بارآور شدہ انڈا بتدریج ایک سے دو، دو سے چار، چار سے آٹھ ... حصوں میں تقسیم ہوتا ہوا ہزاروں خلیات پر مشتمل لمبوتری شکل اختیار کر لیتا ہے، چند دنوں میں جسم اور دُم نمودار ہو کر اسے پانی میں اِدھر اُدھر تیرتی ڈڈ مچھی (tadpole) میں تبدیل کر دیتی ہے۔ لیبارٹری میں جانور کے مختلف اعضاء کے خوردبینی مطالعہ کے لیئے، ڈڈ مچھی کے قتلے کو خاص technique سے اس عضو کے مشین microtome کے ذریعے خوردبینی باریکی سے کتلے کاٹ کر مختلف رنگوں سے رنگ کر خوردبین سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کے لیئے ڈڈ مچھی بہت اچھا میٹیرئل ثابت ہوتی ہے (اس تفصیل سے گھبرایئے نہیں میرا مقصد آپکو ذوالوجی پڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں، اس تفصیل کے بغیر آپکو واقعہ کا لطف نہیں آئے گا)۔ میرے پاس ڈڈ مچھلیوں کا ذخیرہ رہتا تھا، اس لیئے سینیئر اور جونیئر مجھ سے سٹڈی میٹریل لے جاتے۔ ایوب بھی لے کر جاتا رہا۔ پتہ نہیں اچانک اسے کیا ہو گیا۔ میرے پاس آیا: شریف صاحب آپ مرزائی ہیں، میرے جواب الحمدُ للہ احمدی ہوں۔ میرے جواب سے جھنجلا کر بولا اچھا پھر میں آئندہ آپ سے نہیں بولونگا، اور نہ ہی آپ سے میٹیرئل لیا کرونگا۔ اس دوران لڑکوں کو مجھ سے میٹیرئل لیتے دور دور سے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دن میرے پاس آیا، شریف صاحب مجھے میٹیرئل دیں میں نے پوچھا اب کیا بات ہوئی... میں نے اپنے مولوی صاحب سے فتویٰ لیا ہے کہ بیماری سے نفرت کرنا چاہیئے بیمار سے نہیں... مجھے میٹیرئل دیں... اس دوران میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھانا شروع کر دیا۔ ان دنوں جب میں پریکٹیکل کا امتحان لینے جون کی سخت گرم دوپہر گورنمنٹ کالج میانوالی پہنچا، تو انہی ایوب صاحب نے میرا استقبال کیا۔ حمید یا ٹک شاپ سے جا کر ایک ٹھنڈی کوکا کولا کی بوتل لے آؤ۔ میں نے پوچھا آپ نہیں پیئیں گے؟ فرمایا اس میں الکوحل ہوتی ہے میں نہیں پیتا، آپ پی لیں... میں نے کہا میں سادہ پانی پیونگا۔ سارا وقت میں نے مولوی ایوب کو اُکھڑا اُکھڑا پایا... امتحان کے بعد سیدھا بس اڈے پر پہنچا اور واپس۔ ✿✿

میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پر راضی ہوں اور ان کی نگاہ رہے نیچی

☆

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُمید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو مقصود بنائے بیٹھے ہوں

☆

اے میری الفت کے طالب یہ میرے دِل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تو وہ ان باتوں میں کیسا ہے

☆☆☆☆☆☆☆(انتخاب از کلامِ محمود)☆☆☆☆☆☆☆

تعلیم الاسلام کالج کے متعلق چند یادیں

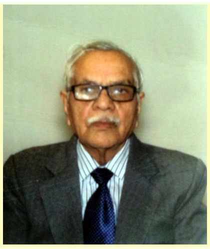

پروفیسر عبدالشکور اسلم صاحب

خاکسار نے 1953ء میں تعلیم الاسلام کالج میں بی ایس سی میں داخلہ لیا۔انگلش، باٹنی اور زولوجی میرے مضامین تھے۔ان دنوں لاہور کے تمام کالجز کی باٹنی اور زولوجی کی کلاسز گورنمنٹ کالج میں مشترکہ طور پر ہوتی تھیں۔اس لئے خاکسار صرف انگلش کا مضمون تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتا تھا اور دوسرے مضامین گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا۔بی ایس سی کرنے کے بعد میں نے بطور اینٹی ملیریا افسر ساہیوال میں ملازمت اختیار کر لی۔1956ء یا 1957ء کے جلسہ سالانہ پر میری ملاقات افسر جلسہ سالانہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ سے ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ تعلیم الاسلام کالج میں ایف ایس سی کو بیالوجی پڑھانے کے لئے کوئی ٹیچر نہیں اس لئے ملازمت چھوڑ کر تعلیم الاسلام کالج join کر لو۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران ایبٹ آباد کے بیالوجی ٹیچر نے طلباء کو پڑھایا تھا اور ان کا یہ کہنا ہے کہ کوئی طالب علم بھی میڈیکل کالج میں داخل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے تمہارے لئے یہ چیلنج ہے کہ طلباء کے ساتھ اتنی محنت کرو کہ اِن کو میڈیکل کالج میں داخلہ مل جائے۔میں نے ارشاد کی تعمیل کی اور تعلیم الاسلام کالج join کر لیا۔خاکسار نے نارمل کلاسز کے علاوہ شام کو ایکسٹرا کلاسز بھی لینی شروع کر دیں۔میں نے یہ محسوس کیا کہ کچھ طلباء بہت ذہین تھے۔مثلاً حمید احمد خان، پروفیسر نصیر خان صاحب کا بھائی، محی الدین، گیانی واحد حسین صاحب کے بیٹے اور اُس وقت کے وکیل الاعلیٰ حافظ عبدالسلام صاحب کے بیٹے ناصر احمد صاحب۔

طلباء کی دن رات کی محنت رنگ لائی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پانچ طالب علم پہلی دس پوزیشن میں آئے۔حمید احمد خان نے سارے بورڈ میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی ۔ سارے پنجاب میں شور مچ گیا کہ تعلیم الاسلام کالج کے طلباء اتنے ذہین ہیں۔ان دنوں میڈیکل کالج کے داخلے ایڈمنسٹریٹر لیا کرتا تھا۔وہ حیرانگی سے کہنے لگا کہ یہ کون سا کالج ہے جس کے طلباء اتنے ذہین ہیں۔یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس سے قبل تعلیم الاسلام کالج میں ٹاپ پوزیشن کبھی نہیں آئی تھی۔حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے ہوسٹل کی سالانہ تقریب میں فرمایا کہ ہمارے تو بی ایس سی کے ٹیچر ایم ایس سی ٹیچر سے زیادہ قابل ہیں۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اگلے سال کالج بیالوجی کے ٹیچر مل گئے تو مجھے ایم ایس سی کرنے کے لئے کراچی جانے کا موقعہ مل گیا چنانچہ میں نے کراچی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ابھی رزلٹ نہیں آیا تھا کہ کراچی میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم نے تعلیم الاسلام کالج کے علاوہ کہیں اور نہیں جانا۔ چنانچہ میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ بطور لیکچرار join کر لیا۔اُس دوران ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، صاحبزادہ لئیق احمد صاحب، حضرت میاں عبدالرحیم احمد صاحب کا بیٹا ڈاکٹر ظہیر احمد، مرزا فرید اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بڑے بھائی محترم مرزا مغفور احمد صاحب کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ چند روز کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ لے لیا۔

تدریس کے علاوہ میں طلباء کو تقریباً ہر سال study tour پر لے جاتا تھا۔کاغان، ناران، استور، نلتر، گلگت اور نیلم وادی، ان تمام علاقوں میں طلباء کو study tour کے لئے لے گیا اور متنوع قسم کے پودے اور کیڑے مکوڑے اکٹھے کئے جس کے نتیجہ میں ہمارا میوزیم مختلف specimen سے بھر گیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک پروفیسر ملنے آئے تو کالج میوزیم دیکھ کر حیران ہوگئے اور کہنے لگے کہ ایسے نایاب specimen ہمارے پاس بھی نہیں۔افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب ہمارا کالج گورنمنٹ کے پاس چلا گیا تو میوزیم خستہ حال ہوگیا۔ان کی دیکھ بھال نہ کی گئی اور وہ سب خراب ہوگئے۔اس دوران ایک اور ٹیچر مکرم حبیب الرحمٰن صاحب نے بیالوجی ڈیپارٹمنٹ join کیا۔ یہ اگرچہ غیراز جماعت تھے لیکن انتہائی نفیس اور

devoted ٹیچر تھے۔ اکثر study tour میں بھی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ یوں تو study tours کے دوران متعدد واقعات پیش آئے۔لیکن ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ ہم کاغان اور ناران سٹڈی ٹور کے لئے گئے۔ کینیڈا کے امیر لال خاں صاحب بھی طلباء میں شامل تھے۔ بالا کوٹ میں ہم ایک احمدی کے گھر ٹھہرے جو پٹرول پمپ کے مالک تھے۔ صبح کے وقت ایک ہوٹل میں جو دریائے کنہار کے کنارے واقع تھا، ناشتہ کیا۔ ناشتہ کے بعد ہوٹل کے مالک نے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہیں۔ جب انہیں بتلایا تو وہ کہنے لگے کہ وہ تو قادیانی ہے اس کے گھر کیوں ٹھہرے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہم بھی احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسپر وہ آگ بگولا ہوگیا اور نوکروں سے کہا کہ ساری میز کرسیاں دھوئیں پلید ہوگئی ہیں۔ چلتے ہوئے میں نے اُونچی آواز میں السلام علیکم کہا تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو سلام کا جواب نہیں دونگا۔

میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں تو یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی تمہیں سلام کہے تو اسکو یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں۔ اس پر وہ چونکا اور کہنے لگا کہ کیا تم قرآن کریم کو مانتے ہو میں نے عرض کیا کہ بسم اللہ سے والناس تک۔ اس پر وہ مجھے ایک مسجد میں لے گیا جہاں چار پانچ مولوی صاحبان موجود تھے۔ میرے ساتھ چند طلباء موجود تھے۔ غالباً لال خان صاحب بھی تھے۔ مولوی صاحبان سے کافی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر کار ہوٹل کے مالک نے میرا ہاتھ پکڑا اور چوما اور کہنے لگا کہ مجھے نہیں معلوم کہ مولوی اتنا جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ جب تک آپ بالاکوٹ میں ہیں کھانا میرے ساتھ ہی کھائینگے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا موقع فراہم کر دیا۔ 1964ء کی بات ہے جب خاکسار سٹڈی ٹور کے لئے جانے لگا تو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مانسہرہ کے قریب پھگلا گاؤں کے عبدالرحیم صاحب نے عین سڑک کے کنارے تعلیم الاسلام کالج کو ایک قطعہ زمین تحفہ میں دیا ہے میں چاہتا ہوں وہاں ایک قیام گاہ بنائی جائے جہاں ہمارے طالب علم ٹورز کے دوران قیام کریں۔ اس زمین پر آپ طلباء کے ساتھ سنگِ بنیاد رکھ آئیں چنانچہ ایک تقریب کا انتظام کیا گیا کچھ احمدی احباب اور طلباء نے بنیادیں کھود کر سنگِ بنیاد رکھ دیا۔ اسی طرح ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر بطور منتظم خدمت کی توفیق ملی۔ 1969ء میں تحریک جدید نے مجھے بطور بیالوجی ٹیچر سیرالیون بھیج دیا مولانا محمد صدیق صاحب مشنری انچارج تھے۔ انہوں نے بھی کئی جماعتی کام میرے سپرد کئے۔ سیرالیون میں میری صحت گر گئی اور دمہ کے شدید حملے ہوئے میں نے اپنا contract منسوخ کرا لیا۔

سب دوست بہت پریشان تھے کیونکہ ان دنوں پاکستان میں ملازمت ملنی بڑی مشکل تھی مگر میرے پیشِ نظر آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث تھی کہ کیا میرے بندے کو میرے پر اتنا بھی توکل نہیں جتنا ایک پرندے کو ہے جو صبح بھوکا نکلتا ہے اور رات کو پیٹ بھر کر واپس آتا ہے۔ چنانچہ خاکسار دسمبر میں واپس آگیا اسوقت قاضی محمد اسلم مرحوم کالج کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کالج join کرلوں اور جو ٹیچر آپ کی جگہ رکھا ہے اُسے ہم فارغ کر دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دل نہیں مانتا۔ اسی ماہ اٹچیسن کالج میں بیالوجی کے ٹیچر کی vacancy نکلی تو میں نے apply کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری 4 جنوری کو appointment ہوگئی۔ حضور کی خدمت میں خط لکھا تو فوری جواب آگیا کہ اٹچیسن کالج join کرلو چنانچہ 5 جنوری کو خاکسار نے اٹچیسن کالج join کرلیا۔ بیان کردہ حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے نتیجہ میں کامیابی نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔

مجلس ادارت
رانا عبدالرزاق خان۔ عطاءالقادر طاہر۔ سید حسن خان۔ آصف علی پرویز
پروف ریڈنگ
چوہدری بشیر احمد اختر۔ پروفیسر عبدالقدیر کوکب
کمپوزنگ و ڈیزائننگ
خورشید احمد خادمؔ
مینیجر
سید نصیر احمد

پاکستان میں گلیشیئر پگھل نہیں بڑھ رہے ہیں، دریاؤں میں پانی کی سات فیصد کمی کا خدشہ: رپورٹ

پاکستان میں دنیا کے چند عظیم ترین گلیشیئر پائے جاتے ہیں اور یہ ملک کو پانی کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔موسمیاتی تبدیلی کے زیرِ اثر دنیا بھر

میں درجہ ٔحرارت بڑھنے کے باعث گلیشیئر پگھل رہے ہیں، لیکن پاکستان کے شمالی علاقوں کی برفانی چوٹیوں پر درجہ ٔحرارت کم ہونے کی وجہ سے گلیشیئر بڑھ رہے ہیں۔

عالمی سطح پر سائنس دانوں کے لیے تو یہ اچھی خبر ہو لیکن عام پاکستانیوں کے لیے یہ خبر اس لیے اچھی نہیں ہے کیونکہ گلیشیئر پگھلنے کی رفتار کم ہونے کی وجہ سے دریاؤں میں پانی کم آ رہا ہے اور آنے والے برسوں میں پاکستانی دریاؤں میں پانی کی سات فیصد تک کمی دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ بات ایریزونا یونیورسٹی میں پاکستانی گلیشیئروں پر تحقیق کرنے والے سائنس دانوں کے ایک گروپ نے بدھ کے روز شائع ہونے والے اپنے تحقیقی مقالے میں بتائی ہے۔ایک پاکستانی اور تین امریکی سائنس دانوں نے پاکستان کے ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش پہاڑوں پر واقع گلیشیئروں میں پچھلے 50 برسوں کے دوران ہونے والی تبدیلیوں کا ڈیٹا اکٹھا کر کے اس پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے۔

ایریزونا یونیورسٹی میں پاکستانی گلیشیئروں پر ڈاکٹریٹ کرنے والے فرخ بشیر نے اپنے تین امریکی پروفیسروں شُو بن زِنگ، ہوشن گپتا اور پیٹر ہیزنبرگ کے ساتھ مل کر یہ تحقیق کی ہے۔اس تحقیق پر مبنی فرخ بشیر کا مقالہ امریکی جیوفزیکل یونین نامی سائنسی جرنل میں شائع ہوا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ پاکستانی گلیشیئروں پر موسمیاتی تبدیلی کا اثر ذرا مختلف انداز میں ہو رہا

ہے۔تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ پاکستانی پہاڑی چوٹیوں پر واقع گلیشیئر باقی دنیا کے گلیشیئروں کے برعکس بڑھ رہے ہیں۔ یہ گلیشیئر دنیا بھر میں براعظم انٹارکٹیکا کے علاوہ دنیا بھر میں سب سے بڑے گلیشیئر مانے جاتے ہیں اور پاکستان کو پانی کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔اس وجہ سے اس امریکی تحقیق کا کہنا ہے کہ گلیشیئروں کے اپنی جگہ پر قائم رہنے یا بڑھنے کی وجہ سے ان گلیشیئروں سے نکلنے والے دریاؤں میں پانی کی مقدار بھی کم ہونے کا خطرہ ہے۔

غزل.. مکرم طاہر عارف صاحب

آقا ترا غلام ترے پاس ہو کبھی
قدموں میں لوٹ جائے بدن گھاس ہو کبھی
میں نے دیکھا تھا آسماں کی طرف
دیکھتا اے خدا تُو بھی تھا
دور اتنا کہ گونج تک نہ سنے
پاس اتنا کہ رو برو بھی تھا
میر مجلس ہو پل کو آجاؤ
غم کا اجلاس ہے، رہے نہ رہے
تیری باتیں ہیں شبنمی قطرے
زندگی پیاس ہے رہے نہ رہے
شوق سے شرح شریعت کیجئے
ہاں مگر اس میں شریعت کچھ تو ہو
آدمی کو آدمی تو جانئے
آپ میں بھی آدمیت کچھ تو ہو
شعر طاہر آپ پڑھئے شوق سے
اُن کو بھی ذوقِ سماعت کچھ تو ہو

جستہ جستہ

بچوں پر شفقت کی ایک حسین مثال

محترمہ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے بیان کرتی ہیں کہ آپ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہاں تشریف لاتیں تو بڑی بچی رحیم بی بی کو بھی ساتھ لے آتیں۔ایک بے حد دلچسپ واقعہ اس بچی کی ایک بھولپن کی فرمائش کا محترمہ اہلیہ حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب نے سنایا۔واقعہ یوں ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔بچی حضرت صاحب کو پنکھا کر رہی تھی خدا جانے اس بچی کے دل میں کیا آیا کہ وہ ایک کھڑکی پر چڑھ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

”حضرت جی آپ یہاں آجائیں تو میں آپ کو پنکھا کروں۔“

اور حضرت اقدس اپنا کام چھوڑ کر بچی کی دلجوئی کی خاطر اُٹھ کر کھڑکی کے پاس تشریف لے آئے۔ (بحوالہ کتاب ”زندہ درخت“ صفحہ 64-65)

ایک چھوٹے سے قصبے میں

شملہ کی ایک دعوت میں اُونچے سرکاری طبقے کے لوگ شریک تھے۔مولانا محمد علی جوہر بھی اپنے فقیرانہ لباس میں وہاں موجود تھے۔اردو میں بات چیت جاری تھی کہ اپنی کسی بات کو منوانے کیلئے مولانا موصوف نے انگریزی بولنی شروع کر دی اور دلائل کا انبار لگا دیا۔

دعوت میں شریک ایک ہندورانی مولانا کی انگریزی زبان کی مہارت سے بڑی متاثر ہوئی اور بولی:

مولانا! آپ اتنی اچھی انگلش بول رہے ہیں۔آخر آپ نے یہ انگلش سیکھی کہاں سے؟

مولانا نے جواب دیا: بس ایک معمولی سے چھوٹے سے قصبے میں۔اس پر رانی مزید حیران ہوئی اور دریافت کیا کہ اس چھوٹے سے قصبے کا نام کیا ہے؟ مولانا نے آہستگی اور سادگی سے جواب دیا ”آکسفورڈ“ یہ سننا تھا کہ ساری محفل زعفران زار ہوگئی۔

نماز ہی پڑھ رہا تھا لاحول تو نہیں

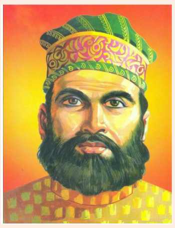

ایک روز مشہور شاعر مرزا داغ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب ان سے ملاقات کے لئے آئے۔اور اُنہیں نماز میں مصروف دیکھ کر اُلٹے پیروں لوٹ گئے۔داغ نے چونکہ ان کی آہٹ سُن لی تھی اس لئے سلام پھیر کر ملازم کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ دیکھو بھاگ کر جاؤ اور انہیں واپس لاؤ۔ملازم بھاگا بھاگا گیا اور اُن صاحب کو روک کر اپنے ساتھ لے آیا۔داغ نے کہا حضرت آپ آئے اور چلے بھی گئے آخر کیوں؟ ان صاحب نے اپنی فطری سادگی کے تحت جواب دیا چونکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لئے چلا گیا۔داغ نے بے ساختہ کہا صاحب میں نماز ہی تو پڑھ رہا تھا لاحول تو نہیں۔

حسنؔ رہتاسی

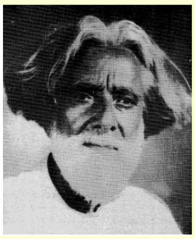

نحیف و ناتواں لاغر بدن معلوم ہوتا ہے
اسیر پنجۂ رنج و محن معلوم ہوتا ہے
کبھی آوارہ گردی سے کبھی صحرانوردی سے
بروزِ قیس، ظلِ کوہکن معلوم ہوتا ہے
زبان حال سے کہتی ہے اس کے تن کی عریانی
کوئی نادار محتاج کفن معلوم ہوتا ہے
زبان حال سے کہتی ہے اس کے تن کی عریانی
کوئی نادار محتاج کفن معلوم ہوتا ہے
اگرچہ تلخ گوئی میں جواب اپنا نہیں رکھتا
مگر اسٹیج پر شیریں سخن معلوم ہوتا ہے
بتوں سے اس کو نفرت ہے کہ ہے محمود کا خادم
عقیدت اور عمل سے بت شکن معلوم ہوتا ہے
خدا کی شان جو گھر کل گلابستان تھا وہ بھی
خزاں کے ہاتھ سے اجڑا چمن معلوم ہوتا ہے
سنی جب داستانِ غم تو نکتہ رس پکار اُٹھے
ستم جس پر یہ ٹوٹے ہیں حسنؔ معلوم ہوتا ہے

ایک عظیم سائنس دان-پروفیسر عبدالسلام

ایک خواب-ایک حقیقت

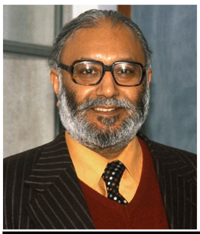

(پروفیسر آصف علی پرویز-لندن)

قسط:33

دوست: آپ نے پچھلی گفتگو میں بیان کیا تھا کہ بہت سارے ممالک جن میں روس اور امریکہ بھی تھے انہوں نے نظریاتی طبیعات کے مرکز کی مخالفت کی تھی۔ پروفیسر عبدالسلام صاحب نے ان رکاوٹوں کو کیسے دور کیا۔

آصف: پروفیسر عبدالسلام صاحب نے چوٹی کے نظریاتی سائنسدانوں سے مسلسل رابطہ رکھا جن میں سے کئی نوبل انعام یافتہ تھے۔ آپ نے ان کو قائل کرلیا کہ ایسے مرکز کی دنیا میں پھیلے ہوئے سائنس دانوں کو شدید ضرورت ہے۔

دوست: کیا آپ ان میں سے چند ایک کے نام بتا سکتے ہیں؟

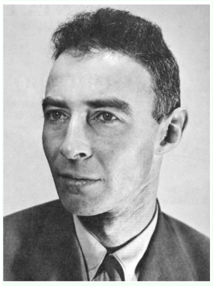

آصف: کیوں نہیں۔ ان میں نوبل انعام یافتہ سائنس دان مثلاً رابرٹ اوپن ہائیمر Robert Oppenheimer آف امریکہ، یدیکی یوکاوا Ydeki Yukawa آف جاپان اور جولین شونگر آف جرمنی وغیرہ شامل تھے۔

دوست: یہ تو وہ عظیم سائنسدان ہیں جنھوں نے فزکس میں غیر معمولی دریافتیں کی۔ مثلاً رابرٹ اوپن ہائیمر کو تو ایٹم بم کا باپ Father of atom bomb کہا جاتا ہے اور دنیا کا پہلا ایٹم بم ان کی ہی نگرانی میں بنا تھا۔

آصف: آپ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ مجھے خود بھی امریکہ میں وہ علاقہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جہاں پہلا ایٹم بم بنایا گیا تھا امریکہ کے شہر لاس ویگاس میں۔ National Atomic Testing Museum بھی دیکھنے کا موقعہ ملا اور ان لوگوں سے گفتگو کا موقعہ ملا جو اس ایٹم بم بنانے کے پراجیکٹ میں کام کررہے تھے۔

اس سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب نے دنیا کی چوٹی

کے سائنسدانوں کو کس محنت سے بین الاقوامی نظریاتی مرکز کے قیام کیلئے قائل کرلیا تھا۔

دوست: کیا آپ نے انٹرنیشنل ایٹمی توانائی ایجنسی International Atomic Energy کے ڈائریکٹرز اور اس کے ممبران کو بھی قائل کرنے کی کوشش کی؟

آصف: 1962ء میں انٹرنیشنل ایٹمی توانائی ایجنسی کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ پروفیسر عبدالسلام صاحب نے وہاں ایک زبردست مقالہ پڑھا۔ یہ مقالہ ایسا اعلیٰ پایہ کا تھا کہ انٹرنیشنل ایٹمی توانائی ایجنسی کو آپ کی بات ماننا پڑی۔

دوست: اس خطاب کے کچھ اہم نکات تو بیان کیجئے۔

آصف: آپ نے بیان کیا کہ بین الاقوامی نظریاتی سینٹر نسبتاً کم قیمت پر بنایا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں بہت غیر معمولی مہنگی لیبارٹری قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے نسبتاً کم ترقی یافتہ ممالک سے سائنسدان چھ ماہ کیلئے اس مرکز میں آسکتے ہیں۔ وہ نوبل انعام یافتہ سائنسدانوں کی زیر نگرانی تحقیق کا کام کریں گے اور پھر واپس اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں گے۔ جہاں جاکر وہ اپنے ملک کے ہونہار سائنس دانوں کو ساتھ ملاکر مزید تحقیق کرتے رہیں گے۔

دوست: یہ تو بہت ہی معقول تجویز لگتی ہے کیا تیسری دنیا کے ممالک نے آپ کا ساتھ دیا؟

آصف: آپ نے وہاں ایک دستاویز بھی پیش کی جس پر بہت سارے ملکوں نے دستخط کئے تھے کہ ایسا سینٹر ضرور بنایا جائے۔ واضح رہے کہ ان ملکوں کی حکومتوں سے دستخط کروانا ایک زبردست کامیابی تھی جس کیلئے آپ نے بے پناہ محنت کی۔

دوست: مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا ہے کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب نہ صرف ایک غیر معمولی سائنس دان تھے بلکہ ایک کامیاب سفارت کار بھی۔ کوئی

سفارتی عہدہ نہ ہونے کے باوجود آپ نے اتنے ملکوں کو ایسے مرکز کے قیام پر راضی کرلیا۔

آصف: اگر انسان کا عزم صمیم ہو اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو ہر کام ہوسکتا ہے۔ آپ کی پیش کردہ قرارداد 18 کے مقابلہ میں 35 ووٹوں سے منظور ہوگئی اور یوں مرکز کے قیام کا اصولی فیصلہ ہوگیا۔

دوست: کیا اس کا بھی فیصلہ ہوا کہ یہ سینٹر کہاں بنے گا؟

آصف: اٹلی کی خواہش تھی کہ یہ سینٹر اس کے ملک میں بنے مگر پروفیسر عبدالسلام صاحب کی خواہش تھی کہ یہ مرکز لاہور پاکستان میں بنے۔

دوست: یہ ہے حب الوطنی کی اعلیٰ ترین مثال! تو پاکستان کی حکومت تو فوراً مان گئی ہوگی۔

آصف: کاش ایسا ہوتا! پروفیسر عبدالسلام صاحب پاکستان آئے اور صدر محمد ایوب خان صاحب سے بات کی۔

آپ کی موجودگی میں صدر پاکستان نے اپنے وزیر خزانہ سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا۔ انہوں نے تجویز سن کر پیسے دینے سے انکار کردیا۔

دوست: یہ کتنی بدقسمتی ہے! اگر یہ سینٹر بن جاتا تو شائد کئی پاکستانی نوبل انعام حاصل کرچکے ہوتے۔ تو پھر یہ سینٹر کہاں بنا! کچھ اس کی تفصیل تو بتائیں۔

آصف: کیوں نہیں لیکن اگلی ملاقات میں۔

"المنار" میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ جہاں اس سے آپ کے کاروبار میں فائدہ ہوگا وہیں غریب و نادار طلباء کی مدد بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔ رابطہ فرمائیں:

رانا عبدالرزاق خان۔ جنرل سیکرٹری

فون و واٹس اپ:00447886304637

برکینا فاسو کے علاقے ددگو میں مسرور احمدیہ کالج کا قیام

خدا تعالی کے فضل سے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پر شفقت اجازت سے ہماری ایسوسی ایشن برکینا فاسو کے علاقے ددگو میں مسرور احمدیہ کالج بنا رہی ہے۔ محترم امیر صاحب برکینا فاسو کی اطلاع کے مطابق حکومت سے کالج بنانے کی اجازت لے لی گئی ہے اور زمین بھی خرید لی گئی ہے۔ تقریباً ایک مہینے میں تعمیر کا کام شروع ہوجائے گا۔ ایسوسی ایشن کے تمام ممبران سے نیکی کے اس کام میں شمولیت کی درخواست ہے۔

برکینا فاسو سے اطلاع ملی ہے کہ کالج کی تعمیر کے لئے سیمنٹ کے بلاکس وغیرہ کالج کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ بنیادیں کھودنے کا کام شروع ہوگیا ہے۔

غزل..فاروق محمود

گفتگو میں بھی کبھی یار سے کرتا جاؤں
شب مجھے نیند نہ آئے میں سنورتا جاؤں
میں نے مشکل سے ابھی سیکھا ہے چلنا پیارے
تھام لے مجھ کو اگر تُو، تو سنبھلتا جاؤں
وہ جو کرنا نہیں اُس میں اُلجھتا کیوں ہوں
آیا جس کام کو کرنے ہوں، وہ کرتا جاؤں

☆

وہ ایسا یار ہے، جو آب دے سراب نہ دے
وہ خود ہے منزلِ تعبیر، صرف خواب نہ دے
یہ ممکنات میں ہر گز نہیں ہے میرا مجیب
سوال کرتا رہوں اور وہ جواب نہ دے